حنیف احمد محمود۔برطانیہ

تقریر

تقریر بابت سیرت رسولؐ
وقت 5-7 منٹ

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم بحیثیت ایک مُخلص دوست

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:

لَقَدۡ جَآءَكُمۡ رَسُوۡلٌ مِّنۡ اَنۡفُسِكُمۡ عَزِيۡزٌ عَلَيۡهِ مَا عَنِتُّمۡ حَرِيۡصٌ عَلَيۡكُمۡ بِالۡمُؤۡمِنِيۡنَ رَءُوۡفٌ رَّحِيۡمٌ (التوبہ:128)

یقیناً تمہارے پاس تمہی میں سے ایک رسول آیا۔اسے بہت سخت شاق گزرتا ہے جو تم تکلیف اٹھاتے ہو(اور)وہ تم پر(بھلائی چاہتے ہوئے)حریص(رہتا)ہے۔مومنوں کے لئے بے حد مہربان(اور)بار بار رحم کرنے والا ہے۔

محمدؐ است امام و چراغ ہر دو جہاں
محمدؐ است فرو زندہ زمین و زماں
خدا نگویمش از ترس حق مگر بخدا
خدا نما ست وجودش برائے عالمیاں

(کتاب البریّہ،روحانی خزائن جلد 13 صفحہ 157 حاشیہ)

ترجمہ: محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہی دونوں جہانوں کا امام اور چراغ ہے۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہی زمین وزماں کا روشن کرنے والا ہے۔مَیں خوفِ خدا کی وجہ سے اُسے خدا تو نہیں کہتا مگر خدا کی قسم!اس کا وجود اہل جہاں کے لئے خدا نما ہے۔

معزز سامعین! آج میری تقریر کا عنوان ہے۔آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم بحیثیت ایک مُخلص دوست

ایک انسان کی سیرت،اُس کے اخلاق وشمائل کو جن مختلف حیثیتوں سے پرکھا اور دیکھا جا سکتا ہے۔اُن میں سے ایک دوستی،یاری،خیر خواہی،رفاقت اور پیری مریدی ہے۔کہتے ہیں۔دوست وہ ہے جو مصیبت میں کام آئے۔خوشحالی میں تو ہر کوئی دوست ہوتا ہے۔اللہ تعالیٰ نے قرآنِ کریم میں دوست کے لئے ولی،صدیق اور رفیق کے الفاظ استعمال فرمائے ہیں۔ولی کا لفظ اللہ تعالیٰ نے اپنے لئے مختص کر رکھا ہے یعنی جہاں اللہ تعالیٰ کے دوست بننے کا ذکر ہے وہاں ولی کا لفظ استعمال کیا ہے اور رفیق کے لئے اللہ تبارک وتعالیٰ نے سورۃ النساء آیت 70 میں بتایا کہ انبیاء،صدیق،شہید اور صالح بہترین دوست ہیں۔آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اللہ تعالیٰ خود ولی تھا اور آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ رضوان اللہ علیہم کے لئے صدیق،رفیق اور بہترین دوست تھے۔

جیسا کہ میں اوپر بیان کر آیا ہوں کہ انسان کے برتاؤ اور مزاج کا امتحان اُس وقت ہوتا ہے،جب وہ اپنے دوستوں اور ساتھیوں کے ساتھ ہو،بالخصوص ایسی صورت میں جب کہ اللہ نے اس کو اپنے ہم عمر اور ہم عصروں کے مقابلے میں بلند مقام ومرتبے سے نواز دیا ہو۔جو لوگ کم ظرف ہوتے ہیں،وہ ایسے مواقع کو اپنی بڑائی کے اظہار اور دوسروں کو نیچا دکھانے کے لیے استعمال کرتے ہیں۔آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ طیبہ جہاں زندگی کے دوسرے پہلوؤں میں بہترین اسوہ ہے،وہاں آپؐ اپنے دوستوں کے ساتھ سلوک وبرتاؤ میں بھی بہترین نمونہ ہیں۔آپؐ اپنے ساتھیوں سے محبت کا اظہار اور ان کی خوبیوں کا اعتراف فرماتے،ان کے خصوصی وصف اور امتیازی مقام کو سرِعام بیان کرتے۔جیسے آپؐ نے حضرت ابو بکرؓ وعمرؓ کے بارے میں فرمایا کہ یہ اہل زمین میں میرے وزیر ہیں۔حضرت عثمان غنیؓ کے بارے میں فرمایا کہ وہ سب سے زیادہ حیا کرنے والے ہیں۔ایک اور حضرت علیؓ کے بارے میں ارشاد فرمایا کہ میں علم کا شہر ہوں اور علی اس کا دروازہ ہے۔حضرت زبیر بن عوامؓ کو اپنا حواری قرار

دیا۔ حضرت حذیفہ بن یمانؓ کو اپنا محرم راز بنایا۔ حضرت ابوعبیدہ بن جراحؓ کو امین امت کہا۔ حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ کے بارے میں فرمایا کہ جو بات ان کو پسند ہے میں نے بھی اس کو اپنی امت کے لیے پسند کیا۔

سامعین! آپؐ اپنے رفقاء سے گہرا رابطہ رکھتے تھے، ایسا تعلق جیسے گھر کے افراد کا ایک دوسرے سے ہوتا ہے اور آپؐ کا برتاؤ ایسا دل موہ لینے والا ہوتا تھا کہ ہر ساتھی کو گمان ہوتا تھا کہ آپؐ کو سب سے زیادہ محبت مجھ ہی سے ہے۔ اسی دوستانہ رفاقت کا اثر تھا کہ آپؐ اپنے رفقاء کے ساتھ کھانے پینے میں شریک رہتے۔ حضرت جابر بن عبداللہؓ سے مروی ہے کہ میں اپنے گھر میں بیٹھا ہوا تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا میرے پاس سے گزر ہوا، آپؐ نے مجھے اشارہ کیا، میں آپؐ کے پاس آگیا، آپؐ نے میرا ہاتھ تھام لیا، ہم دونوں چلے، یہاں تک کہ بعض ازواج مطہراتؓ کے حجروں کے پاس تشریف لائے، آپؐ اندر چلے گئے، پردہ گرادیا، پھر مجھے حاضری کی اجازت دی، میں بھی اندر داخل ہوا، آپؐ نے دریافت فرمایا کھانے کی کوئی چیز ہے؟۔ عرض کیا گیا: ہاں! اور روٹی کے تین ٹکڑے لائے گئے، ایک ٹکڑا آپؐ نے اپنے سامنے رکھا، ایک میرے سامنے، تیسرے کے دو حصے کردیے، آدھا خود رکھا، آدھا مجھے عنایت فرمایا، پھر دریافت کیا: کوئی سالن بھی ہے؟ جواب ملا : نہیں! صرف سرکہ ہے، آپؐ نے فرمایا: لاؤ۔ یہ بہت اچھا سالن ہے۔

اسی طرح آپؐ بے تکلف اپنے صحابہ کی دعوت قبول فرماتے تھے، اگر دوسرے صحابہ بھوکے ہوں، تو جو بھی میسر ہوتا، ان میں سب کو شامل فرماتے، غزوۂ خندق کے موقع سے بڑی تنگی تھی، صحابہ کرامؓ فاقے سے دوچار تھے، خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کیفیت بھی یہی تھی، اس موقع پر حضرت جابرؓ نے تنگی کے باوجود آپؐ کے لیے تھوڑا سا کھانا بنایا اور دعوت پیش کی، ان کا منشا تھا کہ صرف آپؐ تشریف لائیں، لیکن آپؐ نے تمام صحابہؓ کو دعوت دے دی، حضرت جابرؓ اس صورتِ حال سے پریشان ہوگئے، لیکن ان کی اہلیہ نے اطمینان دلایا کہ جب آپؐ نے صورتِ حال سے واقف ہونے کے باوجود سب کو دعوت دی ہے تو ان شاء اللہ کمی نہیں ہوگی، چنانچہ یہی ہوا کہ آپؐ کی برکت سے تمام لوگوں نے سیر ہوکر کھایا۔ آپؐ تمام معاملات میں اپنے رفقاء کے ساتھ شریک رہتے تھے، تقریبات میں بھی، کھانے پینے میں بھی، خوشی اور غم میں بھی، اسی لیے آپؐ کا اپنے صحابہؓ سے بے حد قریبی تعلق تھا۔

سامعین! آپؐ کی زندگی خود قناعت کے ساتھ گزرتی اور کئی کئی وقت فاقے کی نوبت آجاتی، لیکن اس کے باوجود آپؐ اپنے ساتھیوں کی مالی اعانت کا بھی خیال رکھتے، کوئی تحفہ آتا تو اسے لوگوں میں تقسیم کردیتے، یہاں تک کہ رمضان المبارک میں آپؐ کا جود وسخا تیز ہوا سے بھی بڑھ جاتا۔ ایک موقع پر حضرت عمرؓ سے کچھ سامان خریدا، اور ان ہی کے صاحب زادے حضرت عبداللہؓ کو ہدیہ کردیا۔ یہ عطا کرنے کے مختلف طریقے تھے۔ اس کا نتیجہ تھا کہ آپؐ کے پاس کثرت سے مالِ غنیمت آتا، مختلف علاقوں کے محصولات آتے، لیکن کوئی چیز آپؐ کے پاس باقی نہیں رہتی۔ ایک دن چند درہم بچ گئے، تو آپؐ بے چین تھے، حضرت عائشہؓ نے آپؐ کی بے چینی دیکھ کر خیال کیا کہ شاید کوئی تکلیف ہوگی، آپؐ نے فرمایا: نہیں! میں اس لیے بے قرار ہوں کہ کہیں اس حال میں میری موت نہ آجائے کہ یہ سکّے میرے پاس موجود ہوں۔ خاص طور پر نومسلموں سے آپؐ اتنا گراں قدر تعاون فرماتے کہ خود انہیں بھی حیرت ہوتی۔ آپؐ ساتھیوں سے مزاح بھی فرمایا کرتے تھے اور آپؐ کی بے تکلفی کو دیکھتے ہوئے آپؐ کے ساتھی رفقاء بھی آپؐ سے مزاح کرتے تھے۔ جیسے غزوۂ تبوک کے موقع سے حضرت عوف بن مالک اشجعیؓ خدمت اقدس میں حاضر ہوئے، سلام کیا، آپ نے جواب دیا اور فرمایا: اندر آجاؤ، حضرت عوف ابن مالکؓ نے ازراہِ مزاح عرض کیا : اللہ کے رسولؐ! کیا پورا کا پورا آجاؤں۔ آپؐ نے فرمایا: پورے پورے آجاؤ۔ ایک بار آپؐ نے حضرت صہیبؓ کو کھجور کھاتے ہوئے دیکھا، حالاں کہ ان کی آنکھ میں تکلیف تھی، آپؐ نے فرمایا: تمہاری آنکھ میں تکلیف ہے، پھر بھی کھجور کھاتے ہو؟ حضرت صہیبؓ نے عرض کیا: جس طرف تکلیف نہیں ہے، اس طرف سے کھاتا ہوں۔ آپؐ ان کے اس بے ساختہ جواب پر ہنس پڑے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک زاہر نامی دوست دیہات سے آیا کرتے تھے اور دیہات کی چیزوں کا تحفہ آپؐ کو پیش کرتے تھے۔ حضورؐ بھی اِن کو واپسی پر سامان و اسباب دے کر رخصت فرماتے تھے، آپؐ نے ایک موقع پر فرمایا: زاہر! ہمارے دیہاتی ساتھی ہیں اور ہم ان کے شہری ساتھی ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان سے بڑی محبت فرماتے تھے، وہ خوش شکل بھی نہ تھے۔ ایک دن جب وہ اپنا سامان بازار میں بیچ رہے تھے، آپؐ ان کے پاس تشریف لائے اور پیچھے سے اِن کی آنکھیں بند کرلی۔ جب اِس دوست نے دیکھا کہ میرے سے اتنا پیار کرنے والا کون ہوسکتا ہے تو حضورؐ فرمانے لگے : کون ہے جو اس غلام کو خریدلے؟ حضرت زاہر نے عرض کیا: اللہ کے رسولؐ کے علاوہ کون مجھے خریدے گا۔ مَیں تو ایک کھوٹا مال ہوں۔ فرمایا۔ تم اللہ کے نزدیک کھوٹے نہیں ہو، تم تو اللہ کے پاس بہت قیمتی ہو۔

(مسند احمد)

سامعین! آپؐ اپنے دوستوں اور صحابہ کی دلداری بھی بہت کرتے تھے۔ آپؐ کسی کی بھی نہ خود دل آزاری کا باعث بنتے اور نہ کسی اَور کو اِس بات کی اجازت دیتے۔ ایک بار حضرت عبد اللہ ابن مسعودؓ مسواک توڑنے کے لیے ایک درخت پر چڑھے، ان کی پنڈلیاں بہت پتلی تھیں، ایسا محسوس ہونے لگا کہ جیسے ہوا ان کو اڑا لے جائے گی، لوگ ہنسنے لگے، آپؐ نے دریافت فرمایا: کیوں ہنستے ہو؟ صحابہؓ نے عرض کیا: ان کی پتلی پتلی پنڈلیوں کی وجہ سے۔ آپؐ نے فرمایا: اس ذات کی قسم! جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ اللہ کی ترازو میں ان کا وزن اُحد پہاڑ سے بھی بڑھا ہوا ہے۔

آپؐ اپنے صحابہ کی ضرورتوں کا پورا خیال رکھتے۔ ایک صاحب کی کھجوروں کی فصل خراب ہوگئی اور ان پر بہت سارا قرض ہوگیا، آپؐ نے اپنے رفقاء سے فرمایا، ان کی مدد کرو، لوگوں نے مدد کی۔ آپؐ کے رفقاء میں سے کسی کو تکلیف پیش آتی تو ان کی تسلی اور دل داری کا پورا اہتمام فرماتے۔ ایک صاحب اپنے چھوٹے بچے کو لے کر خدمتِ اقدس میں حاضر ہوا کرتے تھے، آپؐ بچے سے پیار کرتے۔ بچے کا انتقال ہوگیا، اس صدمے سے ان کے والد حاضر نہ ہوسکے، آپؐ کو ان کے بیٹے کی وفات کی خبر دی گئی۔ آپؐ نے اُس بچے کے والد سے ملاقات کرکے تعزیت کی، پھر آپؐ نے فرمایا: تمہیں یہ بات زیادہ محبوب ہے کہ وہ تمہارے ساتھ زندگی گزارتا یا یہ کہ تم جنت کے کسی دروازے پر آؤ اور تم دیکھو کہ وہ تم سے پہلے پہنچ چکا ہے اور تمہارے لیے دروازہ کھول رہا ہے؟ انہوں نے عرض کیا: یہ دوسری بات مجھے زیادہ محبوب ہے، آپؐ نے فرمایا: یہ چیز تم کو حاصل ہوگئی۔

ایک مرتبہ اپنے کچھ ساتھیوں کے ساتھ سفر پر تھے کھانے کے انتظام کے لئے ڈیوٹیاں تقسیم ہونے لگیں تو آپؐ نے فرمایا کہ میں ایندھن کے لئے لکڑیاں جمع کروں گا۔ صحابہؓ نے عرض کیا: آپؐ کا کام ہم کردیں گے۔ ارشاد فرمایا: مجھے معلوم ہے کہ تم لوگ میری طرف سے کفایت کردوگے، لیکن مجھے پسند نہیں ہے کہ میں تم لوگوں کے مقابلے میں امتیاز اور بڑائی اختیار کروں، اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے ایسے شخص کو پسند نہیں کرتے ہیں، جو اپنے ساتھیوں میں بڑے بنتے ہوں۔ آپؐ اپنے ساتھیوں کے ساتھ اس طرح رہتے تھے کہ گویا آپؐ ان ہی میں سے ایک ہیں۔ آپؐ انصار کے ہاں تشریف لے جاتے، ان کے بچوں کو سلام کرتے، بچوں کے سر پر ہاتھ پھیرتے اور انہیں دعائیں دیتے تھے۔ پھر ایک روایت ہے کہ آپؐ مسلمانوں میں سے غریب لوگوں کے پاس تشریف لے جاتے، ان سے ملاقات کرتے، ان کے بیماروں کی عیادت فرماتے اور ان کے جنازوں میں شریک ہوتے تھے۔

سامعین! جہاں آپؐ اپنے صحابہ کی مادی ضرورتوں کا اور دل داری وحسن سلوک کا لحاظ رکھتے تھے، وہیں ان کی دینی تربیت پر بھی متوجہ رہتے تھے، آپؐ نے ایک صاحب کو تیز تیز نماز پڑھتے ہوئے دیکھا، پوری توجہ سے ان کی نماز کا جائزہ لیا اور پھر ان کو اعتدال ومیانہ روی کے ساتھ نماز پڑھنے کی تلقین کی۔

سامعین! حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کے مربی بھی تھے دوست بھی۔ آپ ان کے درمیان گھل مل جایا کرتے اور آپس میں تکلف کے ماحول کی بجائے دوستانہ فضا بنی رہتی۔

آپ کے ایک صحابی عبد العزیٰؓ تھا بچپن میں یتیم ہوگئے تھے، چچانے پرورش کی اور ان کی مالی حالت کو درست کیا۔ آپؓ نے ایک دن اپنے چچا سے اسلام قبول کرنے بارے پوچھا۔ چچا نے نہ مخالفت کی بلکہ جو دیا ہوا تھا وہ سب لے لیا حتّٰی کہ جسم سے چادر اور تہبند بھی لے لی۔ آپؓ اپنی ماں سے ستر پوشی کے کپڑے لے کر دربارِ رسولؐ میں حاضر ہوکر اہل صفہ میں شامل ہوگئے۔ دن بھر بڑے شوق وذوق سے قرآن پڑھتے۔ ایک دن حضرت عمرؓ نے کہا "لوگ نماز پڑھتے ہیں اور یہ اعرابی اس قدر بلند آواز سے قرآن پڑھتا ہے کہ دوسروں کی قرات میں خلل ہوتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسے کچھ نہ کہو یہ تو خدا اور اس کے رسول کے لیے سب کچھ چھوڑ کر آیا ہے۔ تبوک کے موقع پر آپؓ حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! دعا کیجیے کہ میں بھی راہ خدا میں شہید ہو جاؤں۔ آپؐ نے ایک درخت کی چھال منگوائی ان کے بازو پر باندھی اور دعا کی کہ "الٰہی! دشمنوں پر ان کا خون حرام کر" عبد اللہ نے کہا یارسول اللہ! میں تو شہادت کا طالب ہوں۔ آپؐ نے فرمایا "جہاد کی نیت سے راستے میں بخار آگیا اور مر جاؤ تب بھی تم شہید ہی رہو گے۔ چنانچہ راستے میں ہی آپؓ کا انتقال ہوگیا۔ آپ کی تدفین کا حال بلال بن حارث اس طرح بیان کرتے ہیں "رات کا وقت تھا بلال کے ہاتھ میں چراغ تھا۔ ابو بکر وعمر ان کی لاش لحد میں رکھ رہے ہیں، اللہ کے رسول بھی قبر میں اترے ہیں۔ ابو بکر وعمر سے کہہ رہے تھے "اپنے بھائی کا ادب ملحوظ رکھو" اور اللہ کے رسول نے اپنے ہاتھ سے قبر پر اینٹ رکھی پھر دعا کی۔ الٰہی! آج رات تک میں اس سے خوش رہا ہوں، تو بھی اس سے راضی ہو جا۔"

ربیعہؓ بن کعب جنہوں نے ایمان لاکر اپنے آپ کو اللہ کے رسول کی خدمت میں وقف کردیا تھا۔ آپؓ کی شادی کا واقعہ بھی بہت ایمان افروز ہے جس سے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اپنے اِس نو مبائع صحابی سے دوستی کا پتہ چلتا ہے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دوبار آپؓ سے شادی کا پوچھا۔ پہلے تو یہ انکار کرتے رہے۔ پھر آپؓ بیان

کرتے ہیں کہ ایک روز میرے سے پوچھا۔ تو فوراً میرے دل میں خیال آیا کہ اللہ کے رسول مجھ سے بہتر جانتے ہیں۔ دین و دنیا میں میرے لیے کیا بہتر ہے اور میری مالی حالت سے بھی خوب واقف ہیں تو میں نے عرض کیا ہاں اے اللہ کے رسول! برضا و رغبت تیار ہوں۔ آپؐ یہ سن کر خوش ہوئے اور ارشاد فرمایا تم فلاں کے گھر جاؤ، اہل خانہ کو سلام کہنا اور یہ پیغام دینا کہ اللہ کا رسول تمہیں حکم دیتا ہے کہ ربیعہ کو اپنا داماد بناؤ۔ میں گیا اہل خانہ کو حضورؐ کا پیغام سنایا۔ وہ بغیر کسی پس و پیش کے تیار ہو گئے۔ میں واپس بارگاہ رسالت میں حاضر ہوا اور کہا کہ وہ آپ کے حکم سنتے ہی مجھے داماد بنانے کے لیے تیار ہو گئے۔ مگر یارسول اللہ! میں اب اپنی بیوی کو مہر کہاں سے دوں؟ یہ سن کر آپ مسکرائے اور بنو اسلم کے سردار بریدہ کو حکم دیا کہ ربیعہ کے لیے سونے کی ڈلی کا انتظام کرے۔ اس نے فوراً حکم کی تعمیل کی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے حکم دیا کہ یہ سونے کی ڈلی لے جاؤ اور اہل خانہ کو کہنا یہ آپ کی بیٹی کا مہر ہے۔ انہوں نے اس مہر کو خوشی سے قبول کر لیا۔ میں نے آپ سے عرض کیا۔ یارسول اللہ! میں اب ولیمہ کہاں سے کروں۔ آپ نے فرمایا کہ گھبراؤ نہیں۔ بنو اسلم کے سردار بریدہ سے آپؐ نے فرمایا بریدہ! اپنے قوم کے اس فرد کی خوشی میں شریک ہوتے ہوئے ایک مینڈھے کا انتظام کرو تاکہ ولیمہ ہو سکے۔ بریدہ نے ایک موٹا تازہ مینڈھا خرید کر آپؐ کی خدمت میں پیش کر دیا۔ پھر آپؐ کے ارشاد پر حضرت عائشہؓ نے آٹے کا انتظام فرمایا۔ یوں شادی ہوئی اور دعوتِ ولیمہ میں آپؐ نے بخوشی شرکت فرمائی۔

سامعین! حضرت حذیفہ بن یمان جو خاندانی اعتبار سے مکی، پیدائشی اعتبار سے مدنی تھے مسلمان ماں باپ کے آغوش میں تربیت پائی اور ایمان کی دولت پائی۔ بچپن ہی سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات سنے اور آپؐ کے اوصاف حمیدہ معلوم کرنے کا انتہائی شوق تھا۔ ہر دم یہی فکر رہا کرتی تھی کہ کسی نہ کسی طرح آپ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوں۔ جب حاضری کی سعادت نصیب ہوئی تو دست بستہ عرض کی کہ حضورؐ! میں مہاجر ہوں یا انصاری؟ آپؐ نے ارشاد فرمایا "چاہو مہاجر کہلاؤ یا انصاری تمہیں مکمل اختیار ہے۔ انہوں نے کہا میں انصاری بننا پسند کروں گا۔ جنگ احد میں آپ کے والد حضرت یمان پہچانے نہ جانے کی وجہ سے مسلمانوں کے ہاتھوں شہید ہوئے۔ جب رسول اللہ کو حقیقت حال کا علم ہوا تو آپؐ نے حضرت حذیفہؓ کو ان کے باپ کی دیت دینے کا ارادہ ظاہر کیا تو حضرت حذیفہؓ نے کہا یارسول اللہ! میرے والد شہادت کی تمنا رکھتے تھے۔ ان کی تمنا پوری ہوئی۔ پھر کہنے لگے الہیٰ! تو گواہ رہنا میں نے یہ دیت مسلمانوں کے لیے وقف کر دی۔ اس بات نے آپ کا ایک مقام پیدا کر دیا۔

سامعین! حضرت ابوسفیانؓ بن حارث جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خاص چچازاد بھائی آپؐ کے ہم عمر تھے۔ آپ نبوت سے سرفراز ہونے سے پہلے آپؐ کے خاص دوست تھے مگر جب آپؐ نبوت سے سرفراز ہوئے اور سب سے پہلے اپنے خاندان کے سامنے حق کی دعوت پیش کی آخرت کے عذاب سے ڈرایا تو ابوسفیان بن حارث کے دل میں حسد کی آگ بھڑک اٹھی اور آپؐ کو تکلیف پہنچانے کا ہر حربہ استعمال کیا۔ مگر جنگ حنین کے موقع پر مسلمانوں کے پاؤں اکھڑ گئے تو ابوسفیان بن حارث سر بکف میدان میں نکل آئے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بائیں طرف کا مورچہ سنبھال لیا دائیں ہاتھ میں تلوار سے آپؐ کا دفاع کر رہے تھے۔ بائیں ہاتھ سے آپ کے گھوڑے کی لگام تھام رکھی تھی۔ جب اللہ کے رسول نے حضرت ابوسفیان بن حارث کو اپنا دفاع کرتے ہوئے دیکھا تو حضرت عباس جو گھوڑے کی لگام سنبھالے ہوئے تھے سے پوچھا یہ کون ہے، انہوں نے بتایا کہ یہ آپ کا چچازاد بھائی ابوسفیان بن حارث ہے۔ یہ دیکھ کر آپؐ نے یہ دعا کی۔ "الہیٰ! اس کی ہر دو عداوت معاف کر دے جو اس نے میرے ساتھ روا رکھی تھی"

ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں تشریف لائے۔ ابوسفیان بن حارث پہلے ہی سے مسجد میں موجود تھے۔ آپ نے حضرت عائشہؓ سے مخاطب ہو کر پوچھا "تم جانتی ہو یہ کون ہے؟ انہوں نے نفی میں جواب دیا تو آپؐ نے فرمایا میرا چچازاد بھائی ابوسفیان بن حارث ہے۔ یہ مسجد میں سب سے پہلے آتا ہے اور سب کے بعد جاتا ہے اور راستے میں چلتے ہوئے اپنی نگاہیں زمین پر گاڑے رکھتا ہے آنکھ اٹھا کر اِدھر اُدھر نہیں دیکھتا۔

حضرت جریر بن عبد اللہ علی، آپؐ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے، حجرہ مبارک میں بہت سے صحابہ موجود تھے اس لیے حضرت جریرؓ دروازے پر ہی بیٹھ گئے۔ آپؐ نے اپنی چادر مبارک لپیٹ کر حضرت جریرؓ کی طرف پھینک دی اور فرمایا اس پر بیٹھ جاؤ۔ حضرت جریر چادر مبارک کو اپنے سینے سے لگایا بوسہ دیا۔ پھر آپؐ کو واپس کر دیا۔ احتراماً اس پر نہیں بیٹھے اور عرض کیا کہ آپؐ نے میری عزت افزائی کی ہے۔ اللہ تعالیٰ آپؐ کو بھی عزت عطا فرمائے۔

پیارے بھائیو! حضرت ابوبکرؓ، بلالؓ، زید بن حارثہؓ جو مکی دورِ ابتلاء کے ساتھی تھے، مکہ کی عظیم الشان فتح کے وقت ان ساتھیوں کو رسول کریمؐ نے فراموش نہیں کیا۔ اس روز آپؐ کی شاہی سواری کے دائیں ابوبکرؓ تھے تو بائیں بلالؓ اور زیدؓ اگرچہ فوت ہو چکے تھے مگر ان کے بیٹے اسامہؓ کو آپ نے اپنی سواری کے پیچھے بٹھایا ہوا تھا۔ اس طرح وفاؤں کے جلو میں یہ قافلہ مکے میں داخل ہوا۔

حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دل میں اپنے خدام کی خدمات کا خاص احترام ہوتا تھا۔ چنانچہ اپنی زندگی کی شاندار فتح غزوۂ خیبر سے واپس آتے ہوئے جب اُحد مقام پر پہنچے تو اُحد کے شہید آپؐ کو یاد آئے جن کے خون سے یہ وادی لالہ رنگ ہوئی تھی۔ فرمایا: اُحد کو ہم سے محبت ہے اور ہمیں اُحد سے۔ مراد اہل احد سے تھی۔
حضرت عقبہ بن عامرؓ بیان کرتے ہیں کہ شہدائے اُحد کی شہادت کے آٹھ سال بعد (یعنی اپنی وفات کے سال) رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے احد کے شہیدوں پر جا کر دعا کی۔ ایسے لگتا تھا جیسے آپؐ زندوں کے ساتھ مُردوں کو بھی الوداع کہہ رہے ہیں۔
فتح مکہ کے موقع پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم صحن کعبہ میں تشریف فرما تھے کہ حضرت ابو بکرؓ اپنے بوڑھے باپ ابوقحافہ کو ہمراہ لیے آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنے صحابہ سے حسن سلوک اور کمال عجز وانکسار ملاحظہ ہو، فرمایا: اپنے بزرگ اور بوڑھے باپ کو آپ گھر میں ہی رہنے دیتے اور مجھے موقع دیتے کہ مَیں خود ان کی خدمت میں حاضر ہوتا۔ حضرت ابو بکرؓ نے کمال ادب سے عرض کیا: یارسول اللہ! ان کا زیادہ حق بنتا تھا کہ چل کر حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوں بجائے اس کے کہ حضورؐ بنفس نفیس تشریف لے جاتے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے سامنے بٹھا کر ابوقحافہ کے سینے پر ہاتھ پھیرا اور فرمایا: اب اسلام قبول کر لیجئے۔ ابوقحافہ کا دل تو رسول اللہؐ کی محبت بھری باتوں سے پہلے ہی جیتا جا چکا تھا۔ اُن کو انکار کا یارا کہاں تھا۔ انہوں نے فوراً سر تسلیم خم کیا۔
سامعین! جب مکہ کی عظیم الشان فتح سے خدا کا رسولؐ اور مومنین خوش ہو رہے تھے عین اس وقت کچھ عشاق رسولؐ 'انصارِ مدینہ' کے دلوں میں یہ وسوسے جنم لینے لگے کہ اُن کے آقا صلی اللہ علیہ وسلم مکہ کی فتح کے بعد کہیں اپنے وطن میں ہی مستقل قیام نہ فرمالیں۔ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بذریعہ وحی انصار کی ان قلبی کیفیات سے اطلاع فرمائی۔ آپؐ نے انصار مدینہ کا ایک الگ اجتماع کوہ صفا پر طلب فرمایا اور ان سے مخاطب ہوئے کہ کیا تم لوگ یہ باتیں کر رہے ہو کہ محمدؐ پر اپنے وطن اور قبیلے کی محبت غالب آگئی ہے؟ انصار نے سچ سچ اپنے خدشات بلا کم وکاست عرض کر دیے۔ تب خدا کے رسولؐ نے اطمینان دلاتے ہوئے بڑے جلال سے فرمایا کہ اگر مَیں ایسا کروں تو دنیا مجھے کیا نام دے گی؟ مجھے بتاؤ تو سہی کہ بھلا دنیا مجھے کسی اچھے نام سے یاد کرے گی؟ اور میرا نام تو محمدؐ ہے یعنی ہمیشہ کے لیے تعریف کیا گیا۔ تم مجھے کبھی بے وفا نہیں پاؤ گے۔ بے شک مَیں اللہ کا بندہ اور اس کا رسول ہوں۔ وہ وطن جو مَیں نے خدا کی خاطر چھوڑا تھا اب مَیں لَوٹ کر کبھی اس میں واپس نہیں آسکتا ہوں۔ اب مَیں تمہارا جیون مرن کا ساتھی بن چکا ہوں۔ میرے مکہ میں رہ جانے کا کیا سوال، اب تو سوائے موت کے مجھے کوئی اَور چیز تم جیسے وفاداروں اور پیاروں سے جدا نہیں کر سکتی۔
پس یہ تھی آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اپنے صحابہ سے دوستی اور محبت بھری رفاقت۔ جس کا یہ نتیجہ تھا کہ ہر صحابیؓ کا دل آپؐ کی محبت سے لبریز تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات والاصفات اپنے دوستوں، بے تکلف ساتھیوں، ہم عمروں اور رفقائے کار کے ساتھ خوش گوار برتاؤ کی ایک بہترین مثال ہے۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ۔

اَللّٰھُمَّ بَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ۔

(کمپوزڈ بائی: عائشہ منصور چوہدری۔ جرمنی)